

ماھنامہ



بیادگار

عاشق مصلح الامت حضرت مولانا شاہ فضل الرحیم صاحب نوراللہ مرقدہ





حضرت اقدس شیخ المحدث مولانا محمد ذاکر رحیمی صاحب قدس سرہ

مدیر

مولانا قاری محمد عارف رحیمی صاحب





جنوری ٢٠٢٣ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خانقاہ رحیمیہ و جامعہ رحیمیہ خیر المدارس کا دینی، علمی، اصلاحی، ترجمان





شمارہ
۱۲

جنوری ۲۰۲۳ء
جمادی الاخریٰ ۱۴۴۴ھ

بیادگار

عاشقِ مصلح الامت حضرت مولانا شاہ فضل الرحیم صاحب نوراللہ مرقدہ



بہ فیض

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا شاہ محمد ذاکر رحیمی صاحب قدس سرہٗ

مُدیر

مولانا قاری محمد عارف رحیمی صاحب





کمپوزنگ و ڈیزائننگ
مولانا سہیل احمد

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ

AL-MAARIF

JAMIA RAHEEMIA KHAIRUL MADARIS

Beside: Masjid -e- Ashraf, Deeramathi 2nd Street, PERNAMBUT - 635810.
Vellore Dist, Tamil Nadu (India). P.O. Box No: 32

Cell: +91 9894306751, +91 9952557549, +91 9894641484.
Email: raheemitrust@gmail.com
A/c no. 1095201001113 - IFSC CODE CNRB 0001095
CANARA BANK PERNAMBUT BRANCH

طابع و ناشر محمد حماد عاطف رحیمی نے جے یم پراسس چنئی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ المعارف جامعہ رحیمیہ خیر المدارس پرنامبٹ سے شائع کیا

آئینۂ مضامین

دینی کتب ورسائل کا احترام ہر مسلمان پر فرض ہے

”المعارف“ کی توسیع واشاعت میں حصہ لے کر اشاعتِ دین کا ثواب حاصل کریں۔ (ادارہ)



نگاہِ اوّلیں — مدیر

پہلے سوچو پھر بولو

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم اَمَّا بَعۡد

انسان اپنی زبان ہی سے عزت بھی پاتا ہے، ذلتوں کا شکار بھی ہوتا ہے، زبان اگر صحیح ہو تو اچھے بول اور میٹھے بول ہوتے ہیں جس سے عزتیں مل جاتی ہیں۔ اگر زبان گندی ہوتی ہے تو فحش گوئی اور فحش کلامی کا شکار ہو جاتا ہے اچھی بنی بنائی ہوئی عزت بھی کھو جاتی ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

مَا یَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَیۡہِ رَقِیۡبٌ عَتِیۡدٌ۔

تمہاری زبان سے کچھ بات نکل نہیں پاتی مگر اس کو ٹاکنے والا موجود رہتا ہے۔

مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جب پہلی مرتبہ ٹیپ ریکارڈر لائی گئی وہ ٹیپ ریکارڈر کی شروعات کا زمانہ تھا تو حضرت نے پوچھا کہ یہ کیا چیز ہے؟ تو خادم نے کہا یہ ایسی چیز ہے آپ جو کچھ بھی فرمائیں گے اس میں وہ چیز محفوظ ہو جاتی ہے تو حضرت نے فوراً فرمایا کہ یہ نظام تو بہت پہلے سے چلے آرہا ہے یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے ’’مَا یَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَیۡہِ رَقِیۡبٌ عَتِیۡدٌ۔ ‘‘اور پہلے سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ نظام قائم کر رکھا ہے کہ جو بھی ہم کہتے ہیں، بولتے ہیں، وہ فوراً ٹاک لیا جاتا ہے اچھی بات ہو تو سیدھے طرف کے فرشتے ٹاک لیتے ہیں اور اگر بُری بات ہو تو بائیں طرف کے فرشتے اس کو ٹاک لیتے ہیں۔

حضرت لقمان علیہ السلام اپنے بیٹے کو نصیحت فرماتے ہیں ’’وَاقۡصِدۡ فِیۡ مَشۡیِكَ الخ ‘‘ جب چلتے ہو تو میانہ روی سے چلو زمین پٹخ پٹخ کے نہ چلو اسی طریقہ سے جب بات کرتے ہو تو نرمی کا لحاظ

رکھو تمہاری گفتار نرم ہو، تمہاری آواز دھیمی ہو کیونکہ ''اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ'' چیخ چیخ کے بولنا، سخت سخت بولنا یہ انسانوں کی عادت نہیں ہے یہ تو گدھوں کی عادت ہے۔

اسی طرح افلاطون ایک بہت بڑا حاکم گذرا ہے وہ اپنے استاذ کی خدمت میں بڑی مدت گذاری اور یہ سب موسیٰؑ کے زمانہ کے ہیں استاذ کا نام سقراط تھا۔

ایک مرتبہ بیٹھے بیٹھے سقراط کے پاس شکایت کی کہ جناب فلاں شاگرد آتا ہے، وہ آپ کے سامنے تو اچھے رہتے ہیں لیکن آپ کے پیچھے آپ کے خلاف زبان چلاتے ہیں تو سقراط نے فوراً اشارہ سے کہا کہ ٹھہر جا اور پھر اس سے کہا کہ تو جس شخص کا تذکرہ میرے پاس کرنا چاہتا ہے اس کو تین کی کسوٹی پر پرکھ لے اب ایک بہت بڑے عقلمند کا عقلمند شاگرد، بڑا عقلمند لیکن وہ سمجھ نہ سکا کہ تین کی کسوٹی کیا ہے؟ تو افلاطون نے پوچھا کہ جناب وہ تین چیزیں کیا ہیں؟ سقراط نے کہا کہ سب سے پہلی کسوٹی یہ ہے کہ جو بات تو کہہ رہا ہے کیا یہ بتا سکتا ہے کہ سو فیصد صحیح ہے؟ تو افلاطون تھوڑی دیر سوچکر بولا سو فیصد صحیح تو نہیں بتا سکتا ہوں، سقراط نے کہا، کہی سنی ہوئی بات اِدھر سنا ادھر بول دیا اگر سو فیصد صحیح نہیں ہے تو دوسروں تک شیئر کیوں کیا؟ اس کا مطلب یہ کہ تین کی کسوٹی میں سے ایک تو فیل ہوگیا۔ اچھا دوسری بات کہ کسی کی تعریف کرنا اچھی بات ہے کسی کی برائی کرنا بری بات ہے جو بات تو کہہ رہا ہے اچھی بات ہے یا بری بات؟ تو افلاطون بولا کہ بری بات ہے کیونکہ وہ تمہارے پیچھے تمہارے خلاف بات کرتا ہے تو اس اعتبار سے میں نے بری بات کہی ہے، سقراط کہنے لگا تجھے یہ کیسے گوارہ ہوا کہ کسی کے تعلق سے میرا دل پاکیزہ ہے اور تو اس کے تعلق سے ایک بری بات بتا کر میرے دل کو اس کے متعلق گندا کرے؟ استاذ کے ساتھ اچھی بات کہنا چاہئے بری بات لاکر سنانا یہ کونسی اچھی بات ہے؟

حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک آدمی آئے اور کہنے لگے کہ فلاں آپ کے بارے میں ایسی اور ویسی بات کہہ رہے ہیں حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا اس کی مثال تو ایسی ہوئی جیسے فلاں ایک آدمی نے ہم کو تیر مارنا چاہا اتفاق سے ہمیں نہیں لگی کہیں نیچے گر گئی آپ وہ تیر

اُٹھالاتے ہیں اور چھو کر کہہ رہے ہیں کہ وہ ایسا چھونا چاہتا تھا یہ کونسی اچھی بات ہے وہ تو پیٹھ پیچھے بدتمیزی کیا آپ اس سے بھی بڑے بدتمیز ہیں کہ میرے سامنے آکر اس بدتمیزی کا ذکر کر رہے ہیں؟

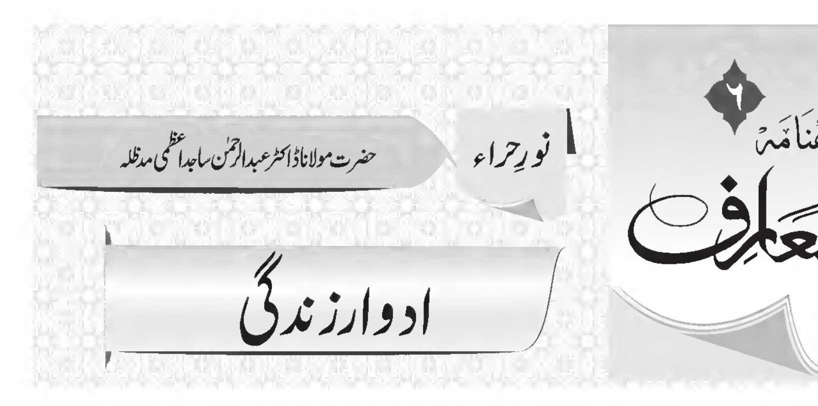
تو بہر حال سقراط نے کہا تیری کسوٹی یہ ہے جو گفتگو تم کر رہے ہو اس میں میرا کیا فائدہ ہے اور تمہارا کیا فائدہ ہے کیا تمہیں کچھ دو چار روپے کا فائدہ ہوتا ہے یا مجھے کچھ فائدہ ہوتا ہے کہنے لگا بالکل نہیں تو پھر خواہ مخواہ اپنی زندگی کیوں برباد کر رہا ہے جس میں نہ تیرا فائدہ ہے اور نہ میرا فائدہ۔

اللہ ہم کو زبان صحیح استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

بقیہ از صفحہ ۲۸: وہ کہتا ہے کہ میں مچھلی کو اُٹھا کر لے جا رہا تھا کہ اس نے میرے انگوٹھے کو زور سے کاٹا جس سے میں نے بہت زیادہ درد محسوس کیا، حتیٰ کہ شدت تکلیف کی وجہ سے سو بھی نہ سکا اور میرا ہاتھ بھی سوج گیا، صبح ہوئی تو طبیب کے پاس گیا، اس نے کہا کہ اب یہ سڑنا شروع ہو گیا ہے؛ لہٰذا انگلی کو کاٹ دو؛ ورنہ ہاتھ کاٹنا پڑے گا، وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنی انگلی کٹوا دی، مگر یہ تکلیف بڑھ کر ہاتھ میں آگئی، مجھ سے کہا گیا کہ گٹوں تک ہاتھ کٹوا دو، میں نے کٹوا دیا؛ مگر تکلیف بازو تک پھیل گئی تو یہاں تک کاٹ دینا پڑا۔

بعض لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ یہ تکلیف کس سبب سے پیدا ہوئی؟ میں نے مچھلی کا قصہ سنایا، اس نے کہا کہ اگر تو پہلی ہی دفعہ مچھلی والے سے مل کر معاف کرا لیتا (تو اس نقصان سے بچ جاتا) اور تیرے اعضاء نہ کاٹے جاتے، لہٰذا اب جا کر معافی مانگ لو۔ وہ کہتا ہے کہ میں گیا اور معافی مانگی، ساتھ ہی اپنا یہ قصہ سنایا تو اس نے معاف کر دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی کا حق چھیننا، دبا لینا، کسی کو تکلیف دینا اور خدا کو ناراض کر دینا ان میں آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا میں بھی مصیبت اُٹھانی پڑ سکتی ہے۔



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا لَعِبٌ وَّلَہۡوٌ وَّزِیۡنَۃٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَیۡنَکُمۡ وَتَکَاثُرٌ فِی الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَوۡلَادِ، کَمَثَلِ غَیۡثٍ اَعۡجَبَ الۡکُفَّارَ نَبَاتُہٗ ثُمَّ یَہِیۡجُ فَتَرٰىہُ مُصۡفَرًّا ثُمَّ یَکُوۡنُ حُطَامًا، وَفِی الۡاٰخِرَۃِ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ وَّمَغۡفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرِضۡوَانٌ، وَمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَاۤ اِلَّا مَتَاعُ الۡغُرُوۡرِ ○۔ (سورۃ الحدید: ۱۸)

ترجمہ: تم خوب جان لو: کہ دنیوی حیات وہ محض لہو ولعب اور زینت اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا اور اموال واولاد میں ایک کا دوسرے سے زیادہ بتلانا ہے (اس کی مثال ایسی ہے) جیسے مینہ (برستا) ہے کہ اس کی پیداوار کاشتکار کو اچھی معلوم ہوتی ہے، پھر وہ خشک ہوجاتی ہے، سو اس کو تو زرد دیکھتا ہے، پھر وہ چورا چورا ہوجاتی ہے، اور آخرت میں عذاب شدید ہے اور (اہل ایمان کیلئے) خدا کی طرف سے مغفرت اور رضامندی، اور دنیا کی زندگانی محض دھوکہ کا سامان ہے۔

قرآن کی اس آیت پر غور کریں تو یہ بات سمجھ میں آجائے گی کہ بچپن سے جوانی اور جوانی سے بڑھاپے تک، دنیوی زندگی کا مکمل اور مرتّب فلسفہ اور خاکہ کس قدر خوبصورت انداز میں پیش فرمایا گیا ہے۔ دنیا کی زندگی کا خلاصہ بالترتیب کچھ اشیاء اور کچھ حالات ہیں۔ پہلے لعب، پھر لہو، پھر زینت، پھر تفاخر، پھر مال واولاد کی کثرت پر فخر و ناز، لعب وہ کھیل ہے جس میں فائدہ مطلق پیش نظر نہ ہو، جیسے چھوٹے بچوں کی حرکتیں، اور لہو وہ کھیل ہے جس کا اصل مقصد تو تفریح ہے، دل بہلانا، وقت گذاری کا مشغلہ ہونا ضمنی طور پر ورزش اور دوسرا فائدہ بھی اس سے حاصل ہوجاتا ہے، جیسے بڑے بچوں کے کھیل

کود، گیند بازی، شناوری، نشانہ بازی وغیرہ، حدیث میں نشانہ بازی اور تیراکی کو اچھا کھیل کہا گیا ہے۔

زینت بدن اور لباس وغیرہ تو معروف ہی ہیں، ہر انسان پر یہ مختلف دور آتے ہیں عمر کا بالکل ابتدائی دور تو لعب میں گذرتا ہے، اس کے بعد لہو شروع ہوتا ہے، اس کے بعد اس کو اپنے تن بدن اور لباس کے ذریعہ زینت کی فکر ہونے لگتی ہے، اس کے بعد ہم عصروں اور ہم عمروں سے آگے بڑھنے اور ان پر فخر و ناز کا داعیہ پیدا ہوتا ہے۔

غور کریں تو وہ اپنے ہر دور میں، اپنے اُسی کام کو سب سے زیادہ بہتر سمجھتا ہے پھر جب دوسرے دور میں قدم رکھتا ہے تو پہلے دور کی لغویت سامنے آجاتی ہے۔

بچہ جن چیزوں اور کھیلوں کو سرمایہ زندگی اور سب سے قیمتی چیز سمجھتا تھا، جب اس دور سے آگے بڑھتا ہے۔ تو اس پر یہ حقیقت کھلتی ہے کہ اس وقت ہم نے جن چیزوں کو سب سے اہم سمجھا تھا وہ وقت کی بربادی کے سوا کچھ نہ تھے۔

بچپن میں لعب، پھر لہو میں مشغول رہا، جوانی میں زینت اور تفاخر کا مشغلہ مقصود رہا۔ زندگی نے جب بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھا تو ''تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ'' کا دور شروع ہوا اور اس پر خوش ہوتا رہا لیکن جیسے جوانی میں بچپن کی حرکتیں لغو معلوم ہونے لگیں، بڑھاپے میں پہونچ کر جوانی کی حرکتیں بے کار اور لغو نظر آنے لگیں، جب آخری منزل بڑھاپا آیا تو اس وقت مال کی بہتات، اولاد کی کثرت وقوت، جاہ و منصب پر فخر سرمایۂ حیات اور مقصود زندگی بن گیا، مگر یہ بھی ختم ہو کر اگلا دور برزخ پھر قیامت کا شروع ہوگا، اس کے بعد اعمال کی بنیاد پر جنت اور جہنم کا فیصلہ ہوگا، اس وقت مثال مذکور میں ہر دور کے مشاغل کا لغو ہونا، سمجھ میں آجائے گا۔ اس لئے جنت کی طلب اور جہنم سے بچنے کی فکر کو ہی مقصود زندگی بنائے تا کہ حسرت وافسوس اور پچھتاوا نہ ہو۔

لہو ولعب کیا ہے؟

لہو ولعب: اگر چہ مترادف نظر آتے ہیں، لیکن دونوں میں قدرے فرق ہے لعب کہتے

ہیں لغو اور فعل عبث کو، اور لہو کہتے ہیں غفلت میں ڈالنے والی بات کو دنیوی زندگی کا جو مقصد ہے اس سے غافل کرنے والی چیز کو لہو ولعب سے تعبیر کیا گیا ورنہ نے کوئی چیز نکمی اور بے کار پیدا نہیں کی۔

نہیں ہے چیز نکمی کوئی زمانے میں ۔۔۔ کوئی بُرا نہیں قدرت کے کارخانے میں

چنانچہ ارشاد باری ہے ''رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا'' (آل عمران: ۱۹۱) اے ہمارے رب! آپ نے اس کو لایعنی پیدا نہیں کیا۔

معلوم ہوا کہ مخلوقات خداوندی میں کوئی چیز بے کار اور عبث نہیں، البتہ فائدوں کا تعین سب سے اہم معاملہ ہے، اور اسی میں غلطی ہوسکتی ہے، دنیا کی کوئی چیز بھی فائدے سے خالی نہیں، انسان اس کے فوائد سے اپنی ضروریات پوری کرتا ہے، لیکن ہم نے ان تمام منافع میں بعض منافع کو جو کہ واقعی منافع تھے نظر انداز کر دیا، اور دنیا کے منافع کا انحصار صرف ان منافع میں کر دیا جو حظِّ نفس اور لذتوں سے لبریز تھے، جب کہ وہ منافع عارضی، ناپائیدار اور چند روزہ تھے۔

اس کی مثال یوں سمجھیں: جیسے کوئی مسافر کسی متعین ٹرین سے سفر کرنے کیلئے اسٹیشن پر آئے اور انتظار کے دورانیہ میں گانا سننے لگے، اور اس کے مزے میں اس قدر کھو جائے کہ توجہ دلانے پر بھی اس کی طرف متوجہ نہ ہو، اور اس کی مطلوبہ ٹرین آئے اور چلی بھی جائے تو لوگ یہی کہیں گے کہ اس نے ایک بے کار کام کی وجہ سے ٹرین چھوڑ دی، حالانکہ اس کو گانا سننے میں بہت مزہ آرہا تھا، اور مزا بھی تو ایک فائدہ ہے، لیکن چند لمحہ کی وقتی لذت پر مقصود اصلی کو قربان کر دینے کی وجہ سے لوگوں نے اس کو بے کار اور فضول کام سے تعبیر کر دیا۔

بالکل اسی طرح دنیوی زندگی کے ایسے ہی منافع کو جو مقصود اصلی اور آخرت سے غفلت کا سبب ہوں، لہو ولعب کہا گیا۔

خالق کائنات نے انسان کو مقصود اصلی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا، ''اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ'' (المؤمنون: ۱۱۵) کیا تمہارا خیال ہے کہ ہم

نے تم کو عبث اور لغو محض پیدا کیا ہے، اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے۔

اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ زندگی کے اصل مقصد کو پیش نظر رکھا جائے اور دنیوی زندگی پر غور وفکر کرتا رہے، کہ آخر دنیا کیا ہے؟ اور دنیا کی حقیقت کیا ہے؟ ایک شاعر نے کسی عقل مند سے دنیا کا حال پوچھا تو اس نے جواب میں کہا۔

حال دنیا را پرسیدن من از فرزانۂ گفت یا خوابےاست یا بادےاست یا افسانۂ
باز گفتم حالِ آنکس گو کہ دل در وے بہ بست گفت یا غولےاست، یا دیوےاست یا دیوانۂ

ایک عقلمند سے میں نے دنیا کے بارے میں پوچھا، تو اس نے کہا، دنیا ایک خواب ہے یا ایک ہوا ہے یا ایک افسانہ ہے۔ پھر میں نے اس شخص کے بارے میں پوچھا، جس نے اس دنیا میں دل لگایا، تو اس نے کہا، کہ یا تو وہ ایک خیالی جنّاتی مخلوق ہے یا ایک دیو ہے، یا پاگل ہے۔

اے اہلِ نظر، ذوق نظر خوب ہے لیکن جو شئی کی حقیقت کو نہ دیکھے وہ نظر کیا

لاریب اس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔ عقلمند نے دنیا اور طالبِ دنیا کی جو تصویر کشی کی ہے۔ خوب بہت خوب!

مگر یہی بات اللہ والے سے سنئے! آدمی دنیا سے دل تو نہ لگائے، مگر دنیا کی طرف کامل توجہ رکھے، تاکہ اس کی حقیقت آشکارا ہو، چونکہ دنیا محاسن وزخارف سے مزین ہے، مگر اس کی تہہ داریوں میں کیا ہے؟ اسی کو سمجھنے کیلئے قرآن نے ''تفکر فی الدنیا والاخرۃ'' دنیا اور آخرت میں تفکر کا حکم فرمایا ہے، ''كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ'' (البقرۃ:۲۱۹،۲۲۰) دنیا اور آخرت کی حقیقت میں غور کرو، تاکہ دنیا کے محاسن میں مستور خرابی کا پتہ لگ جائے اور آخرت کے ظاہری مکارہ ومصائب میں پوشیدہ اندر کا حُسن دلفریب، دل ودماغ میں رچ بس جائے۔ اور اس کے نتیجہ میں، دنیا سے استغناء اور طلب آخرت کا جذبہ پیدا ہو جائے۔

شمع رسالت

حضرت مولانا مفتی ثمین اشرف قاسمی مدظلہ

خلد بریں مخفی خزانہ ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ اَعْدَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِيْنَ مَالَا عَيْنٌ رَأَتْ، وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَاخَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ قَالَ اَبُوْ هُرَيْرَةَ: (وَمِنْ بَلْهِ مَا اَطْلَعَكُمُ اللهُ عَلَيْهِ) اِقْرَأُوْا اِنْ شِئْتُمْ: (فَلَاتَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ)۔

(سورۃ السجدۃ، رواہ ابن ماجۃ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق جل مجدہٗ سے نقل کرتے ہیں: میں (رب العالمین غفور الرحیم) اپنے نیک بندوں کیلئے ایسی ایسی چیزیں (مخفی نعمتیں) تیار کر رکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کبھی کسی بنی آدم کے وہم گمان میں ان نعمتوں کا خیال وخطر ہی گذرا ان باتوں کو چھوڑو جن پر اللہ نے خود تم کو آگاہ کیا ہے۔ اور اگر تم چاہو تو یہ آیت کو پڑھو (فَلَاتَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ)

جنت کی طرح اس کی نعمتیں پوشیدہ ہیں

خلاق عالم نے مؤمنین کی ارواح کا مسکن سات آسمان کے اوپر عرش الٰہی کے نیچے بنایا ہے اور اس جنت کے حاملین مؤمنین کیلئے سبوح وقدوس نے نعمتوں کا مجموعہ، اسباب سکون وراحت کی لامحدود غیر متناہی نعمتیں پیدا کر رکھی ہیں۔ جن کو کسی آنکھ نے نہ دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور حد یہ

ہے کہ اس کی لذتوں کا اندازہ قلب جیسی لطیف چیز بھی اس دنیا میں محسوس نہیں کر سکتی۔

کیونکہ جنت اور اس کی تمام نعمتوں سے لطف اندوز ہونا بھی مغیبات میں سے ہے جس کا اندازہ بھی وہی شخص کر سکتا ہے جو اس دنیا کو چھوڑ کر عالم مغیبات میں پہنچ جائے۔ اور آج عالم مغیبات کے اوپر ایمان لا کر تمام دنیوی لذتوں پر قدم رکھ کر گذر جائے۔

غرض نفس کی اشتہا کو آج کچل دینا عالم مغیبات کی سیر اور خلد بریں کی تمکین تک پہنچاتی ہے۔ اور جس نے آج ہی اپنی خواہشات کو پوری کر لی تو کل سوائے حسرت اور ندامت کے کچھ نہیں آج اس دنیا میں ہر شخص کو اختیار ہے کہ اتباع ہویٰ کرے یا اتباع ہدیٰ۔

"فَمَن شَآءَ فَلۡيُؤۡمِن وَمَن شَآءَ فَلۡيَكۡفُرۡ" (سورۃ الکہف) جس کا جی چاہے راہ عناد و کفر اختیار کرے اور جس کا جی چاہے وہ راہ رسول اختیار کرے۔

جس نے جس قدر آج اتباع ہویٰ کیا اس قدر عالم مغیبات میں سزا کا مستحق ہوگا۔ اور جس قدر آج اتباع ہدیٰ ہوگا اسی کے بقدر مغیبات میں پہنچ کر لطف اندوز ہوگا۔

دنیوی اصول بھی آخرت کی عکاس ہے

دنیا میں بھی کچھ اسی طرح کا اصول ہے۔ آپ کا ایک غلام ہو اس کو آپ ۱۰۰ روپیہ دیں کہ تم دہلی سے میرے لئے ایک گھڑی لے لینا۔ اب یہ غلام راستہ میں طرح طرح کی چیزیں دیکھتا ہے اور بجائے دہلی پہنچنے کہ راستہ میں ہی سو روپیہ کو دوسری چیزوں میں ضائع کر دیتا ہے اب آپ بتائیں کہ دہلی پہنچ کر وہ کیا گھڑی لے سکتا ہے؟ کبھی نہیں کیوں کہ اس نے راستہ میں ہی ضائع کر دیا۔ اور واپسی پر کیا انعام کا مستحق ہے۔ یا سزا کا؟ برخلاف اس غلام کے۔ جو راستہ کی تمام رنگینیوں کو روندتا ہوا دہلی پہنچ جائے اور آقا کی مطلوبہ شئی خرید کر واپس آجائے۔ انعام کا کون مستحق ہے۔ پہلا یا دوسرا۔ ظاہر سی بات ہے جس نے آقا کی مانی آقا اس کی مانے گا۔

اور جس نے آپ کی نہیں مانی اپنی چلائی تو آقا اس کی نہیں سنے گا۔ اور اپنی مرضی کے موافق اس کو سزا دے گا۔

ہم سب اللہ کے غلام ہیں ہمیں حکم ہے کہ آج دنیا میں ہم اتباع ہدیٰ کریں اور کل قیامت میں اللہ ہمیں اتباع ''ہویٰ'' کی جنت میں مکمل اجازت دے گا۔ دنیا میں ''ہدیٰ'' اور آخرت میں ''ہویٰ'' اور جس نے آج ہی اتباع ہویٰ کیا ہو تو کل قیامت میں اتباع ہدیٰ کا عمل نہیں ہوگا۔ مگر یہ کہ اللہ اپنی مرضی سے چاہے تو بخش دے۔ چاہے تو سزا دے دے۔ اس مفہوم کو سمجھانے کیلئے حدیث میں آیا کہ: ''ذُخْرًا ابَلْهَ مَا اُطْلِعْتُمْ عَلَيْهِ'' یعنی ان نعمتوں کا تم کیا اندازہ کر سکتے ہو جس کو بشریت کیا جملہ مخلوقات عالم اندازہ نہیں لگا سکتی۔ (تم تو جو نعمتیں دنیا میں ہیں اسی کی اصلیت و حقیقت اور اس کی لذت سے بے خبر ہو) اور دنیوی نعمتوں کو دیکھو کہ کس قدر خوش کن خوش ذائقہ فرحت بخش ہیں۔ جبکہ یہ تمام دنیوی مرزوقات میں مادہ فساد موجود ہے اگر چند دن رکھ لیا جائے تو صلاحیت انتفاع ختم ہو جاتی ہے اور بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔

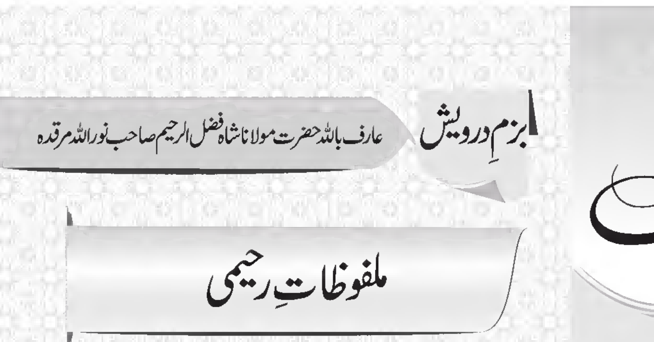
اور آخرت کی تمام نعمتیں اس فساد سے بری و پاک، اور دارالسلام کی تمام نعمتیں صفت سلام کا مظہر ہے۔ اور دنیا دارالفساد ہے اس لئے یہاں کی تمام نعمتیں بھی مظہر فساد ہے۔ لہٰذا تم دارالفساد کی نعمتوں کو دیکھو جو وقتی طور پر فائدہ مند ہیں کس قدر تم کو بھاتی ہیں۔ اور دل کی موہ لیتی ہیں۔ تو آخرت کی نعمتیں کس قدر مسرور کن ہوں گی۔

یہاں کی عورت۔ حور الطین جنت کی عورت حور العین ہیں۔ یہاں کی عورت حیض ونفاس سے بری نہیں ہے اور آخرت کی عورت، ''وَ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ'' حیض ونفاس سے پاک اور بدمزاجی سے پاک۔ بد خلقی سے پاک، بدشکلی سے پاک، جملہ مادہ فساد سے منزہ ہیں۔ اللھم ارزقنا منھم یارب العٰلمین

جنت کی نعمتوں کا کچھ اتہ پتہ آپ معلوم کرنا چاہیں تو قرآن حکیم میں آیات بینات دیکھ لیں۔ سورۃ الرحمٰن اور سورۃ الواقعہ کا مطالعہ کریں۔

اللھم انی اسئلك الجنة بفضلك واجرنی من النار برحمتك یاارحم الراحمین۔





ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے بزرگوں کا معمول یہ ہے کہ کوئی مرید بھاگ جاتا تو اس سے رنجیدہ نہیں ہوتے بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ اس کی ذمہ داری سے سبکدوشی ہوگئی کیونکہ جب ایک مرید آتا ہے اور اپنے آپ کو ہمارے سپرد کرتا ہے تو ہم پر لازم ہوجاتا ہے کہ اس کی غلطیوں کی اصلاح کریں ورنہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے پاس ہمیں پیش کردے گا کہ یااللہ! میں ان کے پاس اصلاح کیلئے گیا تھا مگر انہوں نے میری اصلاح نہ کی۔

ہمارے حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کوئی کہتا کہ حضرت! فلاں آدمی وہاں چلا گیا ہے یا اس قسم کی بات ہوتی تو فرماتے کہ چھوڑیئے ان چھٹ بھائیوں کو۔

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے بزرگوں کے پاس ذکر وشغل کا زیادہ اہتمام نہیں جتنا زیادہ چکی پیسے گا اتنا ہی آٹا بھی گرے گا مطلب یہ ہے کہ جتنا زیادہ نوافل، ذکر واذکار کا اہتمام کرے گا اتنا ثواب پائے گا باقی زیادہ تو اہتمام باطن کی اصلاح کا تھا کیوں کہ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے: ''وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ''یعنی (اور چھوڑو ظاہری گناہوں کو بھی اور باطنی گناہوں کو بھی) آدمی کے اندر مال کی محبت، جاہ کی محبت، دنیا کی محبت اور عورت بچوں کی محبت ہوا کرتی ہے ان امراض کے پہچاننے اور ان کا علاج کرنے میں شیخ کامل ماہر ہوا کرتا ہے وہی ان امراض کا علاج کرسکتا ہے وہ اس فن کا ماہر ہوتا ہے۔

شیخ کی مثال طبیب کی سی ہے طبیب کا جس طرح فن کا ماہر ہونا ضروری ہے اسی طرح شیخ بھی فن کا ماہر ہونا ضروری ہے۔

درِّ نایاب
شیخ الحدیث حضرت مولانا شاہ محمد ذاکر رحیمی صاحب نور اللہ مرقدہ

معارفِ رحیمی

لازوال نعمتوں کا مستحق کون

اور پھر اس بات سے بھی خبردار کیا کہ ساری مادی نعمتوں کا دروازہ سب خاص و عام کیلئے کھلا ہے فرعون و قارون اور شداد و نمرود نے بھی چاہا تو سمیٹ لیا۔ اسمیں کسی کی کوئی تخصیص نہیں۔ ہاں ایمان و معرفت، تزکیہ وطہارت کی لازوال نعمت ہر کسی کو نہیں دیجائیگی بلکہ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ جس خوش نصیب بندے کو اللہ چاہے نواز دے حالانکہ اللہ کے پاس کسی نعمت کی کوئی کمی نہیں وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں۔

اسکے باوجود ہدایت اور تزکیہ کی نعمت چن چھاٹ کر ہی دی جائیگی کعبۃ اللہ کے پڑوسی اس نعمت کیلئے نہیں تڑپیں گے تو محروم رہ جائیں گے۔ اللہ کا محبوب لاکھ چاہے مگر انکا مطلوب ابو طالب خود نہ چاہے تو وہ محروم ہی رہ جائے۔ اگر دل میں سچی تڑپ ہو تو حبشہ سے بلال ؓ، فارس سے سلمان ؓ، روم سے صہیب ؓ کھنچے کھنچے چلے آئے وہ خود نہیں آ رہے ہیں۔ بلکہ لائے جا رہے ہیں۔

سبحان اللہ اللہ کی بے نیازی اور اسکی غیرت دیکھئے کہ جو ہمکو نہ چاہے ہم اسکو نہیں چاہتے جو ہمارا ہو ہم اسکے ہیں جو ہمارا ذاکر، ہم اسکے ذاکر، جو ہماری طرف ایک بالشت بڑھے ہم اسکی طرف ایک ہاتھ بڑھیں گے جو ہماری طرف چل کر آئے ہم اس کو دوڑ کر لپیٹ لیں گے۔

حسن ز بصرہ بلال از حبش صہیب از روم
زخاک مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبیست

محنت کے بغیر کوئی نعمت حاصل نہیں

کسی بھی نعمت و دولت کے پیچھے جب تک انسان اپنا خون پسینہ نہیں ٹپکاتا وہ اسکو حاصل نہیں ہوتی تو ہدایت وتزکیہ جیسی لازوال دولت کیلئے کیا تڑپ اور محنت کی ضرورت نہ ہوگی جبکہ اللہ کے خوش نصیب بندوں نے اس دولت کے سامنے اپنا سب کچھ کھو کر بھی یہی سمجھا کہ ہم نے بہت سستا سودا کیا ہے۔

خونِ دل پینے کو اور لختِ جگر کھانے کو
یہ غذا ملتی ہے جاناں تیرے دیوانے کو

اس راہ کا سب سے پہلا قدم رغبت اور عزم وحوصلہ ہے تو دوسرا قدم دعا وتضرع وزاری ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ جامع دعا ملاحظہ ہو۔ اَللّٰھُمَّ اٰتِ نَفْسِیْ تَقْوٰھَا وَ زَکِّھَا اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَکّٰھَا اَنْتَ وَلِیُّھَا وَ مَوْلَاھَا۔ اے اللہ مجھے تقوی عنایت فرمایئے۔ میرے نفس کو تقوے کا خوگر بنایئے اور اسکو پاک وصاف فرمایئے۔ بیشک آپ ہی اسکا بہتر تزکیہ فرما سکتے ہیں۔ آپ ہی اس کے مددگار اور مالک ہیں۔ عزم وحوصلہ اور تضرع وزاری کی ان دو بیساکھیوں کے بل بوتے پر آدمی چلنا شروع کریگا تو آگے اللہ جل شانہٗ اس کے لئے راستہ آسان فرمادیں گے۔ وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ۔ مجاہدہ، سلوک، ہدایت، معیت حق سبحانہ اور درجۂ احسان بتایئے کونسا مرحلہ اس آیت سے باہر ہے۔ حقیقت میں ایک سچے مؤمن کی از اول تا آخر ساری ہی منزلوں کا اس آیت میں اجمالی ذکر آ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اس دولت لازوال کا اہل بنائے۔ آمین والحمد للہ رب العٰلمین



آپ کے یہاں انگریزی کے کتنے شعبے ہیں سائنس کے کتنے شعبے ہیں آپ یہاں کوئی اشکال نہیں کرتے۔ ایک مفتی کیا کیا کریگا؟ آپ اس کو پیسے دیجئے، ٹائم دیجئے، شعبے تقسیم کیجئے؟ کام ہوتا ہے یا نہیں ہوتا ہے۔ یہاں چاہتے ہیں کہ ایک مفتی سے سارے کام لے لیں، اور سائنس کے شعبے الگ الگ بن گئے ہیں، پہلے ایک ہی شعبہ کہلاتا تھا۔ فزکس میں بھی کئی کئی شعبے ہوگئے ہیں، میتس میں بھی کئی کئی برانچ ہوگئیں۔ وہاں کوئی اشکال نہیں کریگا۔ امت میں اسکی کمی ہے، امت یہود و نصاریٰ کا طرز اختیار کررہی ہے، وہ ملعون قوم ہے ان پر قیامت تک لعنت برسے گی، آپ اسی کا اتباع کررہے ہیں اسلام کو پیچھے ڈال رہے ہیں، مخالف کو آگے کررہے ہیں، تو کوئی کامیاب نہیں ہوگا، چونکہ یہ دور فتنوں کا دور ہے اور اس سے بھی بدتر آنے والا ہے جو وقت چلتا ہے اس کو غنیمت جانو، اللہ سے پناہ مانگتے رہو، کس وقت کیا معاملہ پیش آجائے کیا حادثہ پیش آجائے معلوم نہیں جو وقت عافیت سے گذر جائے اللہ کا شکر ادا کرو۔

علماء سے لوگ اجتناب کرتے ہیں اسی لئے بدعت بڑھتی چلی جارہی ہے، منمانی ہوتی چلی جارہی ہے۔ اللہ سے ڈرو! ایک تو یہ ہماری زبانیں جھوٹ، غیبت، گالی سے بھری ہوئی ہیں، کہتے ہیں "جِرْمُہٗ صَغِیْرٌ وَجُرْمُہٗ کَبِیْر" زبان کے بارے میں زبان چھوٹی چیز ہے مگر حرکت سخت، سنگین کرتی ہے، آج امت کے اندر زبان کی حفاظت نہیں ہورہی ہے، جس کو جو چاہا بک دیا، کچھ کہہ سن لیا، اسی لئے آج خاص طور سے توجہ دلا رہا ہوں تنقید، تنقیص مت کرنا، تقابل تفاضل مت کرنا جتنے لوگ یہ سائل بن کے آتے ہیں یہ بالکل سائل نہیں، اصل سائل کون ہے؟

باقاعدہ ٹیم بیٹھتی ہے اس کے اندر، اسی لئے مفتی جو چاہتا ہے تنہا نہیں کرتا بلکہ کئی کئی مفتیان کرام ہوتے ہیں دستخط کرتے ہیں اس پر ہوسکتا ہے کہ ہم سے چوک ہوگئی

ہو، یا عبارت میں غلطی ہوگئی ہو، اصلاح وتصحیح بھی کرتے ہیں، اوراسکو پھربھی غور سے دیکھتے بھی ہیں پھر دستخط کرتے ہیں۔ متن کو متن سے جوڑتے ہیں۔

ایک تو یہ کہ اپنے آپ کو گناہوں سے بچاؤ، روزانہ ایک ایک سنت پر عمل کروگے، بدعت ختم ہوجائیگی، ایک سنت کو چھوڑوگے، دس بدعت آجائیں گی، توجب زبان ہماری گناہ کریگی طاعت سے محروم ہوجائیگی، قرآن میں دل نہیں لگ رہاہے، ذکر میں دل نہیں لگ رہاہے، کیوں؟ اس لئے کہ زبان گندی ہوگئی اورزبان کیسے گندی ہوئی، ہم نے حرام مال پیٹ میں پہنچادیا، پیٹ میں حرام مال جائیگا تونحوست لائیگا، اللہ سے ڈرتے رہو کوئی کام کرو مفتی سے پوچھ کرکرو کہ میں یہ کام کرناچاہتاہوں، یہ درست ہے یانہیں؟ اس پرعمل کروں یانہیں؟ اس پرعمل کروگے کامیاب ہوجاؤگے، یہ جو طاعت کی طرف رغبت نہیں ہورہی ہے وہ یہی ہیکہ گناہ نہیں چھوٹ رہے ہیں اور گناہ کو چھوڑ کے دیکھو بہت ہی بشاشت ہوگی، دل کے اندر نور پیدا ہوجائیگا اوراس کا تجربہ کیا، تب کسی کو طاعت کی توفیق ہوئی، ہم نے خود تجربہ کیا اور گناہ سے بچنے کا اہتمام کیا، قلب میں ایسی کیفیت پیدا ہوئی یوں لگتاہے جیسے اندر کوئی چیز داخل ہوگئی، بہت دیرتک اس کا اثر باقی رہتاہے، ذراسا گناہ ہوگیا توطبیعت میں تشویش ہوجاتی ہے، اور ظلمت محسوس کرتے ہیں، تو یہ سب کیلئے ضروری ہے اپنے آپ کو گناہوں سے بچانا اوراپنے آپ کو طاعت پہ لگانا اسی کا نام ہے تزکیۂ نفس، بیعت ہونا مستحب ہے، اصلاح واجب ہے۔ کسی سے تعلق کرواپنی اصلاح کیلئے کہ میرے اندر یہ رذیلہ ہے کیسے دورہو۔

کوئی ڈاکٹر اپنا علاج کرہی نہیں سکتا جب تک دوسرے سے رجوع نہیں کرے گا کہ بھائی میرے اندر یہ مرض ہے اس کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتا آپ ہی کچھ بتایئے؟ وہ خود اپنا علاج کرہی نہیں سکتا دوسرے سے رجوع کریگا۔

ایسے ہی جو چیز معلوم نہ ہوجاننے والوں سے پوچھو تعلق ان سے قائم کرو، تاکہ میری اصلاح ہوجائے اورمیں عافیت سے جنت میں پہنچ جاؤں، استغفار کرو، کثرت کیساتھ کرو، اور جودعاء ہے "اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ" خوب پڑھو، کثرت سے پڑھو، اس کی برکت سے انشاء اللہ قلب میں نور پیدا ہوگا عمل آسان ہوجائیگا گناہ سے نفرت، طاعت سے رغبت ہوگی۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحٰنَكَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔



ملفوظاتِ حضرت محی السنہؒ

صبر وشکر کا تحمل

جب طبیعت کے موافق حالات پیش ہوں تو شکر سے حق تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ اور جب طبیعت کے ناموافق حالات پیش آئیں تو صبر سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ پس مؤمن ہر حالت میں نفع میں ہے۔

خلاف طبیعت اُمور پر رنج کیسا؟

جس طرح ماں باپ احسانات کے سبب اپنی اولاد کو جب ڈانٹتے اور مارتے ہیں تو لائق اولاد بھی اور تمام عقلاء زمانہ بھی اس کو شفقت اور محبت سمجھتے ہیں۔ اسی طرح حق تعالیٰ جو رات دن بے شمار احسانات فرما رہے ہیں اور وہ ہمارے خالق اور مالک بھی ہیں تو ان کی طرف سے اگر ہماری طبیعت کے خلاف اُمور رنج وتکلیف کے پیش آ جائیں تو اس وقت بھی راضی رہنا اور ان کی اطاعت میں لگے رہنا اصل عبدیت ہے یہ نہیں کہ جب تک حلوا ملتا رہے محبت اور اطاعت اور جب حلوا بند ہو جائے تو شکایت۔ حلوا کھلا کر امتحان نہیں ہوا کرتا امتحان محبت کا تو تکالیف میں ہوا کرتا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عبدیت اس کم عمری میں اللہ اکبر! کس مقام پر تھی گردن پر چھری چلنے والی ہے اور باپ سے فرما رہے ہیں ''سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ'' ذبح میں کس قدر تکلیف ہوتی ہے مگر راضی ہیں۔ عشق کے دعویٰ پر ایک حکایت مثنوی میں مذکور ہے ایک شخص ایک عورت کے پیچھے پیچھے پھر رہا تھا اس نے پوچھا یہ کیا؟ اس نے کہا میں تجھ پر عاشق ہوں۔ اس نے کہا پیچھے دیکھ میری بہن مجھ سے بھی خوبصورت آ رہی ہے۔ اس نے فوراً پیچھے دیکھا پس اس نے کہا

اے جھوٹے! بے شرم اگر تو اپنے دعویٰ عشق میں صادق تھا تو غیر پر کیوں نظر ڈالی پس ''چرا بر غیر افگندی نظر'' اس حکایت سے ہمارے حالات کا پتہ چلتا ہے۔ حق تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ ہے اور غیر حق سے بھی دل لگائے بیٹھے ہیں۔

قدرت خداوندی

ایک شخص جب کسی ملکیت پر دعویٰ کرتا ہے اور اس کے خلاف کوئی دعویٰ کرنے والا نہ ہو تو اس کی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے پس زمین اور آسمان اور چاند و سورج اور سمندر و پہاڑ اور جملہ کائنات کی خالقیت کا دعویٰ کسی نے نہیں کیا تو عقلاً بھی ایمان لانا ہر انسان عاقل پر ضروری ہے۔

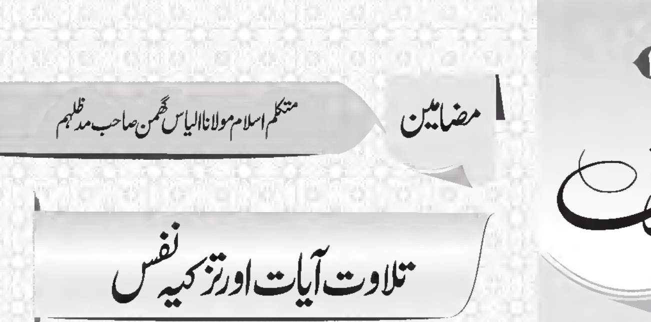
مصیبت کے وقت صدمہ کا احساس ہو پھر صبر کرے تب کمال ہے اگر صدمہ ہی نہ ہو تو کیا صبر ہے؟ یہی وجہ ہے کہ کاملین پر صدمہ کے وقت حزن و غم کے آثار اور آنکھوں میں آنسو بھی پائے جاتے ہیں مگر حق تعالیٰ کے فیصلے پر دل سے راضی رہتے ہیں۔

دینی کتب کا ادب

احقر نے مسجد کی دری پر وہ کاپی رکھ دی جس میں دینی علوم قلمبند کر رہا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ ایسا نہ چاہئے جہاں انسان پاؤں رکھتا ہو یا سرین رکھتا ہو وہاں دینی کتب بدوں رومال وغیرہ حائل کے نہیں رکھنا چاہئے۔ بعض لوگ مسجد کے منبر پر قرآن پاک یا کوئی دینی کتب رکھ دیتے ہیں حالانکہ وہاں انسان پاؤں رکھتا ہے یہ بے ادبی ہے کوئی رومال رکھ کر پھر رکھے۔

مساجد کی زیب وزینت کیلئے ضروری اُمور

آج کل مساجد کے اندر سامنے کی دیواروں پر نصائح کے کتبے آویزاں ہوتے ہیں حالانکہ وہاں تک نمازیوں کی شعاع بصری پہنچنے سے تشویش وانتشار پیدا ہوتا ہے اس لئے یا تو بہت بلندی پر لگائیں ورنہ داہنی جانب یا بائیں جانب لگائیں۔



اللہ تعالیٰ نے اِس اُمت پر سب سے بڑا احسان یہ فرمایا کہ اس میں اپنے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث کیا۔ ایک ایسے وقت میں کہ جب ہر طرف سے جہالت کی تاریکیاں، ظلم کی آندھیاں اور بے حیائی کی طوفان خیزیاں انسان کو چاروں اطراف سے اپنے شکنجے میں کس چکی تھیں بلکہ سادہ سے الفاظ میں آپ اُسے یوں کہہ لیں کہ انسان اپنے خالق اور مالک سے دور ہو چکا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو مبعوث فرمایا اور ساتھ ہی اس بعثت کے مقاصد کو بھی قرآن کریم میں تین مقامات پر جامعیت کے ساتھ ذکر فرما دیا۔

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ۔ (سورۃ البقرۃ:۱۲۹)

ترجمہ: اے وہ ذات جو ہماری ضرورت کے مطابق ہماری ضروریات کو پورا فرمانے والے ہیں مکہ والوں کی نسل سے اسی شہر میں ایک ایسا رسول بھیج جو ان کے سامنے تیری آیات کی تلاوت کرے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان کے باطن کو خوب پاک کرے۔ یقیناً تیری ہی ذات اقتدار کے اعتبار سے بھی کامل ہے اور حکمت کے اعتبار سے بھی کامل ہے۔

یہ دُعائے ابراہیمی ہے، اللہ کریم نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے دل مبارک پر یہ دُعا القاء فرمائی جس میں بعثت نبوت کے تمام مقاصد مذکور ہیں۔

لَقَدۡ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذۡ بَعَثَ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَاِنۡ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ لَفِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ۔ (سورۃ آل عمران: ۱۶۴)

ترجمہ: یقیناً ہم نے ایمان والوں پر بہت بڑا احسان کیا کہ ان کے اندر انہی میں سے ایک رسول کو بھیجا جو ان کے سامنے اللہ کی آیات (قرآن کریم) کی تلاوت کرے، ان کی نیتوں میں اخلاص اور اخلاق میں پاکیزگی کے فرائض انجام دے، انہیں کتاب (قرآن کریم) اور حکمت سکھلائے۔ یقیناً اس احسان عظیم سے پہلے یہ لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔

هُوَالَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ (سورۃ الجمعۃ: ۲)

ترجمہ: وہ (اللہ) وہی ذات ہے جس نے ان پڑھوں میں عظیم الشان رسول بھیجا جو ان کے سامنے اللہ کی آیات کی تلاوت کرتا ہے، انہیں روحانی بالیدگی عطا کرتا ہے اور اُنہیں کتاب وحکمت سکھلاتا ہے اور ان لوگوں کی حالت یہ ہے کہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں بھٹک رہے تھے۔

پہلا مقصد: تلاوتِ آیات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا پہلا مقصد قرآن کریم کی تلاوت ہے یعنی مراد خداوندی کو اپنی زبان مبارک سے ادا فرماتے ہیں جس میں اس بات کی طرف ایک لطیف اشارہ ملتا ہے کہ شرعی معاملات میں نبی اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کرتا ہے بلکہ خدائے لم یزل کا پیغام سناتا ہے۔

مکاتبِ قرآنیہ کا قیام

جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ قرآن کریم کی تلاوت کرنا نبوت کے مقاصد میں سے ہے تو مقصد نبوت کی حفاظت کرنا خود مقصود کہلائے گا اس مقصد کیلئے مکاتب قرآنیہ کے قیام کا ثبوت ملتا ہے جہاں الفاظ قرآن کی ادائیگی کا صحیح طریقہ سیکھا اور سکھایا جاتا ہے، ناظرہ، حفظ، تجوید اور قراءت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس لئے ایسے مراکز و مکاتب کے ساتھ ہر طرح کا تعاون کرنا اہل اسلام پر ضروری ہے تاکہ مقصد نبوت کی حفاظت اور بقاء ماند نہ پڑے۔

مکاتب سے تعاون

تعاون کا مطلب محض مالی وسائل کی فراہمی تک محدود نہیں جیسا کہ عام طور پر اس کو سمجھ لیا گیا ہے بلکہ تعاون کا اعلیٰ ترین درجہ یہ ہے کہ ایسے مکاتب ومراکز میں خود قرآن کی تعلیم حاصل کرنی چاہئے، اپنی اولاد کو اس میں بھیجنا چاہئے تا کہ وہ بھی قرآن کریم کو صحیح طور پر پڑھ کر مقصد نبوت کی آبیاری کر سکیں۔ باقی رہا انتظامی طور پر اس کیلئے مالی وسائل مہیا کرنا تو اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اگر یہ کام چھوڑ دیا گیا تو اس حوالے سے اُمت اجتماعی فوائد سے محروم ہو جائے گی۔

دوسرا مقصد؛ تزکیۂ نفس

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا دوسرا بڑا مقصد نیتوں میں اخلاص اور اخلاق میں پاکیزگی کے فرائض انجام دینا ہے یعنی باطن کو ہر طرح کے عیوب سے پاک کرنا ہے۔ یعنی اُمت کے قلوب میں سے غیر اللہ کی محبت اور غیر اللہ کا خوف ختم کرنا اور اللہ وحدہٗ لاشریک کی محبت اور اللہ ذوالجلال کا خوف پیدا کرنا ان کے قلب وروح سے بُری خصلتیں ختم کرنا ساتھ ہی ساتھ نیک اوصاف اور عمدہ اخلاق پیدا کرنا کیونکہ جب تک دل غیر اللہ اور گندے اوصاف کی آلائشوں سے پاک نہیں ہوتے اس وقت تک اس میں محبت الٰہیہ، معرفتِ خداوندی، رضائے باری عزوجل، اطاعتِ رسولؐ، عقیدت نبوت اور عمدہ اوصاف واعلیٰ اخلاق کبھی بھی پیدا نہیں ہو سکتے۔

خانقاہوں کا قیام

جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ تزکیہ نفس کرنا نبوت کے مقاصد میں سے ہے تو مقصد نبوت کی حفاظت کرنا خود مقصود کہلائے گا اس مقصد کیلئے خانقاہوں کے قیام کا ثبوت ملتا ہے۔ جہاں نیتوں میں اخلاص (یعنی محض اللہ رب العزت ہی کو راضی کرنے کی غرض سے کام کرنا) اور اخلاق واحوال اور اعمال میں پاکیزگی اور روحانی بالیدگی نصیب ہوتی ہے۔ اس لئے اہل حق کی خانقاہوں میں ظاہری وباطنی اصلاح کیلئے جانا منشاء نبوت میں داخل ہے۔

خانقاہوں کا وجود کب سے ہے؟

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ قرآن کریم کی سورۃ النور:۳۶ ''فِیۡ بُیُوۡتٍ اَذِنَ اللّٰہُ'' کے تحت فرماتے ہیں: یہ آیت ذکر اللہ کیلئے بنائی گئی خانقاہوں کی فضیلت اور ذکر ومراقبہ جیسے مقصد کیلئے یہ خانقاہیں بنائی گئی ہیں ان کے پورا کرنے کی عظمت پر دلالت کرتی ہے۔

شیخ التفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کے تحت تفسیر معارف القرآن میں فرماتے ہیں: روشنی مسجدوں اور خانقاہوں سے ملتی ہے جہاں صبح وشام اللہ کا ذکر ہوتا ہے۔ ان گھروں میں اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے اس میں تسبیح وتہلیل اور تلاوت قرآن پاک اور دیگر اذکار سب داخل ہیں ان گھروں سے مراد مسجدیں اور خانقاہیں مراد ہیں۔

جعلی خانقاہوں سے بچیں

آج بہت سے جعلی پیروں نے خانقاہوں کے نام سے جہالت اور فحاشی کے اڈّے کھول رکھے ہیں۔ اصلی پیر کی پہچان کا سب سے آسان طریقہ وہ ہے جو حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: اگر تم کو بھی حرم کا کوئی کبوتر مل جائے جس کا جسم یہاں رہتا ہو اور دل کعبہ میں رہتا ہو جو سراپا سنت وشریعت کا پابند ہو کوئی اللہ والا ایسا مل جائے تو اس سے چمٹ جاؤ۔

ملفوظ تھانویؒ کا آسان مفہوم

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی بات کا آسان مفہوم یہ ہے کہ اصلی پیر وہ ہے جس کے عقائد اہل السنۃ والجماعۃ والے ہوں اور اعمال بھی اہل السنۃ والجماعۃ جیسے ہوں مزید یہ کہ وہ کسی اللہ والے کی صحبت میں وقت گذار کر اپنے ظاہر وباطن کی اصلاح کر چکا ہو اپنی خواہشات نفس پر شرعی احکام کو غالب رکھتا ہو۔

اللہ تعالیٰ مقاصد نبوت کو سمجھنے اور ان سے رہنمائی لینے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ (جاری)



مضامین

حافظ محمد عدنان سلمہ (متعلم: جماعت سوم، جامعہ ہذا)

نماز ایک عظیم الشان فریضہ

نماز کی تعریف:

قرآن وحدیث میں نماز کو صلاۃ کہا گیا ہے اور لفظ "صلاۃ" ایک منقول شرعی کا نام ہے۔ یعنی شارع نے اس لفظ کا معنی لغوی سے شرعی کیلئے نقل کیا ہے، لہٰذا صلاۃ سے مراد وہ مخصوص کیفیت ہے جس میں شارع کی طرف سے مقرر کردہ افعال جیسے تکبیر، قراءت، رکوع، سجود وغیرہ بجالاتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں لفظ صلاۃ کو شارع نے ان کیفیت کیلئے وضع کیا ہے جو بعد میں اسی معنی یعنی نماز کیلئے خاص ہوگیا۔

نماز کی فرضیت:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے نماز بندوں پر فرض عین ہے، جس کا قرآن وحدیث میں حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ۔ (البقرۃ:۲۳۹)"

ترجمہ: اپنی نمازوں کی حفاظت کرو بالخصوص مرکزی نماز کی اور اللہ تعالیٰ کے حضور فرمانبرداری کرتے ہوئے کھڑے ہوجاؤ۔ ایمان کے بعد نماز ہی کا درجہ ہے اور قرآن کریم میں سینکڑوں جگہ نماز کی ادائیگی کا حکم آیا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ بے شک قیامت کے روز بندے کے اعمال میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔ پس اگر اس کی نماز ٹھیک نکلی تو کامیاب اور بامراد ہوگا اور اگر نماز خراب نکلی تو نقصان میں پڑے گا اور کامیابی سے محروم ہوگا۔ (ترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب اول مایحاسب بہ العبد)

اسی طرح ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہیں، جس نے ان نمازوں کیلئے وضو اچھی طرح کیا اور انہیں بروقت پڑھا اور اُنکا رکوع اور سجدہ پوری طرح ادا کیا تو اس کیلئے اللہ تعالیٰ کے ذمہ یہ عہد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا۔ جس نے ایسا نہ کیا اس کیلئے اللہ تعالیٰ کے ذمہ عہد نہیں۔ چاہے بخش دے چاہے عذاب دے۔

(ابو داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب فی المحافظۃ فی وقت الصلوٰۃ)

ترکِ نماز پر وعیدیں:

ہماری شریعت کامل بلکہ اکمل ہے جہاں کام کے انجام دہی کی فضیلتیں بتائی گئی ہیں۔ وہیں اس کے ترک پر وعیدیں سنائی گئی ہیں۔ تاکہ بندہ امر خداوندی بجالانے میں مشغول ہو اور ترک کی غفلت کا شکار نہ ہو۔ نماز جیسی عظیم الشان عبادت سے غافل ہونے پر وعیدیں بھی ملتی ہیں۔

قرآن مجید میں ہے کہ جب جنتی جہنمیوں سے پوچھیں گے کہ تمہیں کونسا عمل جہنم میں لے گیا؟ تو وہ نہایت حسرت وافسوس کے ساتھ جواب دیں گے ہم دنیا میں نماز نہیں پڑھتے تھے۔

ارشادِ ربّانی ہے کہ: ''فِیْ جَنّٰتٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ، عَنِ الْمُجْرِمِیْنَ، مَاسَلَکَکُمْ فِیْ سَقَرَ، قَالُوْا لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ۔ (سورۃ المدثر)''

باغوں میں پوچھیں گے (اور کہیں گے) تمہیں کیا چیز دوزخ میں لے گئی وہ کہیں گے: ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے۔

معلوم ہوا کہ جو شخص دنیا میں نماز نہیں پڑھتا وہ دوزخ کے عذاب میں گرفتار ہوگا۔

پنج گانہ نماز کے فوائد:

(۱) عظیم صحابی کے مایہ ناز فرزند صحابی عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرکارِ دوعالم

تاجدارِ مدینہ حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جو صبح کی نماز پڑھ لیتا ہے وہ شام تک اللہ پاک کے ذمہ میں ہے۔ (معجم کبیر: ۱۲/ ۲۴۰، حدیث: ۱۳۲۱)

(۲) حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر روز ظہر کے وقت جہنم کی آگ کو بھڑکائی جاتی ہے۔ جو بھی اہل ایمان اس نماز کو پڑھ لیتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر جہنم کی آگ کو حرام فرمادے گا۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ شخص دوزخ میں نہیں جائے گا جو سورج نکلنے سے پہلے (یعنی فجر) اور سورج ڈوبنے سے پہلے (یعنی عصر) نماز پڑھے گا۔ (نسائی: ۱، حدیث: ۴۷۴)

(۴) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کی نماز عصر چھوٹ گئی گویا اس کا گھر اور مال سب لوٹ گیا یعنی عصر نماز کا فوت ہونا بربادی اعمال میں سے ہے۔ (بخاری: ۵۵۲)

(۵) سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے: جس نے عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی اس کیلئے مقبول حج اور عمرہ کا ثواب لکھا جائے گا۔ (رواہ مسلم)

(۶) فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: جس نے عشاء کی نماز باجماعت پڑھی اور جماعت سے کوئی بھی رکعت فوت نہ ہوئی تو اس کیلئے نفاق اور جہنم سے آزادی لکھ دی جاتی ہے۔ (شعب الایمان: ۲، حدیث ۲۸۱۵)

(۷) حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہؓ میں سے کچھ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل الدثور (یعنی مالدار لوگ) ثواب لے کر آگے بڑھ رہے ہیں وہ بھی نماز پڑھتے ہیں جیسا کہ ہم پڑھتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں جیسا کہ ہم روزہ رکھتے ہیں اور وہ لوگ (زائد طور پر) اپنے مالوں سے صدقات کر رہے ہیں (یعنی ہمارے پاس مال نہیں ہے تو ہم پیچھے رہ جائیں گے) تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا عشاء کی نماز جماعت میں حج کے برابر اور صبح کی نماز جماعت میں عمرہ کے برابر نہیں؟۔ (رواہ مسلم)

اللہ تعالیٰ سے دُعاء ہے کہ وہ مجھے اور ساری اُمتِ محمدیہ کو نماز کا کامل اہتمام کرنے کی سعادت عظمیٰ نصیب کرے۔ آمین

کیا لوگ تھے وہ بھی

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک قاصد کو شاہ روم کے پاس کسی کام سے بھیجا قاصد پیغام پہنچانے کے بعد محل سے نکلا اور ٹہلنے لگا ٹہلتے ٹہلتے اس کو ایک جگہ سے تلاوت کلام پاک سنائی دی آواز کی جانب گیا تو کیا منظر دیکھا کہ ایک نابینا شخص چکی پیس رہا ہے اور ساتھ میں تلاوت بھی کر رہا ہے آگے بڑھ کے سلام کیا جواب نہیں ملا دوبارہ سلام کیا جواب نہیں ملا تیسری بار سلام کیا نابینا شخص نے سر اُٹھا کر کہا شاہ روم کے دربار میں سلام کیسے؟ قاصد نے کہا پہلے یہ بتا کہ شاہ روم کے دربار میں خدا کا کلام کیسے، اس نے بتایا کہ وہ یہاں کا مسلمان ہے بادشاہ نے مجبور کیا کہ اسلام چھوڑ دے گا انکار پے سزا کے طور پے دونوں آنکھیں نکال دی گئی اور چکی پیسنے پے لگا دیا۔

معاملات طے کرنے کے بعد قاصد واپس آیا تو عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے اس قیدی کی بات بھی رکھ دی۔

''کیا لوگ تھے وہ بھی'' عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی مذمتی بیان جاری نہیں کیا، پانچ یا دس منٹ کی خاموشی اختیار کرنے کا حکم نہیں دیا اجلاس نہیں بلایا، بلکہ کاغذ قلم لیا اور یہ تحریر شاہ روم کو لکھ بھیجی، ''اے شاہ روم! میں نے سنا کہ تیرے پاس ایک مسلمان قید ہے اور تو اس پے ظلم روا رکھتا ہے میری یہ تحریر تیرے پاس پہنچنے کے بعد تو نے اس قیدی کی رہائی کا پروانہ جاری نہیں کیا تو پھر ایسے لشکر جرار کا سامنا کرنا جس کا پہلا فرد تیرے محل میں ہوگا اور آخری میرے دربار میں'' سوال یہ ہے کہ ایک اسلامی مملکت کے سربراہ نے اتنا بڑا اقدم کیوں اُٹھایا ایک شخص کیلئے جو اس کے ملک کا باشندہ بھی نہیں اپنی سالمیت خطرے میں ڈال دی پتہ ہے کیوں؟ کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ اگر ایک

مسلمان کی حرمت خانہ کعبہ سے بڑھ کر ہے تو جغرافیائی حدود سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صرف ایک صحابی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کیلئے پندرہ سو صحابہ کرام سے موت پہ بیعت لی تھی، انہیں معلوم تھا کہ ہادی عالم یہ فرما گئے ہیں کہ تمام مسلمان ایک جسم کے مانند ہیں، ایک حصہ پے تکلیف ہوتی ہے تو تمام جسم تڑپتا ہے انہیں معلوم تھا کہ نحن الامۃ ہم ایک اُمت ہیں اور جب سے یہ نظریہ ہم سے اُٹھا ہے ذلیل و رُسوا ہو رہے ہیں، آج باوجود اس کے کہ دنیا میں ڈیڑھ اَرب مسلمان موجود ہیں لیکن شامی بچی آخری ہچکیاں لیتی ہوئی کہتی ہے میں رب کو جا کر سب کچھ بتاؤں گی، عراق جنگ میں ایک لڑکی جان بچانے کیلئے بھاگتے ہوئے صحافی سے فریاد کرتی ہے کہ اَنکل میری تصویر نہیں لینا میں بے حجاب ہوں، ایک فلسطینی بچہ بھوک کی شدت سے نڈھال فریاد کر رہا ہے کہ اے اللہ! مجھے جنت بھیج دے مجھے بہت بھوک لگی ہے صرف چند لاکھ آبادی کا حامل ایک ملعون ملک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا ہے یہ سب کیوں ہو رہا ہے؟ کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ ہم میں سے کوئی پاکستانی ہے، کوئی ہندوستانی، کوئی سعودی اماراتی اور کوئی ملائیشن، مسلمان ہوتے تو ایک دوسرے کیلئے تڑپ ہوتی۔

جب مچھلی نے سیدھا کر دیا، عجیب واقعہ

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ بعض عارفین سے نقل کیا گیا ہے کہ انھوں نے ایک شخص کو دیکھا جس کا ہاتھ مونڈھے سے کٹا ہوا تھا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ تیرا کیا قصہ ہے؟ کہنے لگا کہ بھائی بڑا عجیب قصہ ہے، وہ یہ ہے کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا، جس نے مچھلی شکار کر رکھی تھی، جو مجھے پسند آ گئی۔ میں نے اس سے کہا کہ یہ مچھلی مجھے دے دے۔ اس نے کہا کہ میں نہیں دے سکتا کیونکہ میں اس کی قیمت سے اپنے اہل وعیال کی غذا و خوراک کا انتظام کروں گا۔ یہ سن کر میں نے اس کو مارا اور اس سے وہ مچھلی زبردستی لے لی اور چلا گیا۔

بقیہ بر صفحہ:۵



مولانا مفتی اکرام الدین صاحب مدظلہ

عیادت کا مسنون طریقہ

مسلمان مریضوں کی عیادت کرنا سنت ہے: مسلمان مریضوں کی عیادت کرنا سنت ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مریضوں کی عیادت کرتے تھے۔ ''ومن سنۃ الاسلام والدین عیادۃ المرضی المسلمین''۔ (شرح شرعۃ الاسلام: ۵۵۳)

بعض مریضوں کی عیادت سنت مؤکدہ ہے: اپنے مسلمان بھائی کو کوئی مرض لاحق ہو گیا ہو تو اس کی عیادت کرنا سنتِ مؤکدہ ہے۔ مگر تین امراض میں سنت غیر مؤکدہ ہے۔ (۱) صاحب رمد یعنی آشوب چشم والے کی۔ (۲) صاحب ضرس داڑھ کے درد والے کی۔ (۳) صاحب دُمّل یعنی پھوڑے والے یا پھنسی والے کی عیادت سنت غیر مؤکدہ ہے۔ (شرح شرعۃ الاسلام: ۵۵۵)

مریض کو تکلیف دینے سے بچنا بھی سنت: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مریض کی عیادت ایک مرتبہ سنت ہے دوسری مرتبہ نفل۔ اور شرح شرعۃ الاسلام میں لکھا ہے کہ مریض کی عیادت میں یہ سنت ہے کہ ایک دن چھوڑ کر یا دو دن چھوڑ کر عیادت کرے روزانہ نہ جائے کہ مریض کو تکلیف پہنچے۔ (شرح شرعۃ الاسلام: ۵۵۴)

مریض اور پریشان حال شخص سے متعلق سنت: مرض کی تکلیف یا کسی اور پریشانی یا مصیبت کی وجہ سے موت کو نہ مانگنا موت کی تمنا نہ کرنا بلکہ اس تکلیف مرض پریشانی کے دوری کیلئے دُعاء کرنا سنت ہے۔ ''ومن السنۃ ماقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لایتمنین احدکم الموت من ضر اصابہ''۔ (شرح شرعۃ الاسلام: ۵۵۷)

مریض کے لئے سنت کیا ہے؟: مریض کے لئے سنت ہے کہ وہ حالتِ مرض میں سب گناہوں سے سچی پکی توبہ کرے۔ ''ومن السنۃ ان یتوب عن معاصیہ کلھا فی مرضتہ''۔ (شرح شرعۃ الاسلام: ۵۵۹)



حضرت مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصورپوری مدظلہم

نماز شروع کرنے کے بعد نیت میں تبدیلی کا حکم

سوال: نماز شروع کرنے کے بعد نیت میں تبدیلی کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ مثلاً میں نے دو رکعت نفل کی نیت سے شروع کی، پھر خیال آیا کہ مجھے تو دو یا چار رکعت سنت پڑھنی تھی، تو اَب نیت بدلے گی یا نہیں؟ اور اگر بدلے گی تو کیسے بدلے گی؟ (یہ ایسا سوال ہے جو بکثرت لوگوں کو پیش آتا رہتا ہے)۔

جواب: اس سلسلے میں یہ سمجھنا چاہئے کہ جتنی بھی سنت نمازیں ہیں، شریعت میں وہ سب نفل کے درجہ میں آتی ہیں؛ گویا کہ نفل کے کئی درجات ہیں، کوئی سنت مؤکدہ ہے، کوئی غیر مؤکدہ، اور کوئی عام نفل ہے، اور اس طرح کی تمام نمازیں مطلق نماز کی نیت سے صحیح ہوجاتی ہیں، لفظ سنت یا نفل کا خیال کرنا ضروری نہیں؛ لہٰذا اگر کسی شخص نے نفل کی نیت سے سنت شروع کردی، تو بھی اُس کی نیت ادا ہوجائے گی۔ اِسی طرح اگر دو رکعت کی نیت کی اور چار پڑھنی تھیں، تو بھی کوئی بات نہیں، اِسی نیت سے چاروں درست ہوجائیں گی۔ اور یاد رکھنا چاہئے کہ نیت میں زبان سے کہنا اصل نہیں ہے؛ بلکہ دل کا اِرادہ اصل ہے؛ لہٰذا اگر دل کے اِرادے سے نماز شروع کردی ہے (کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں/ یا پڑھ رہی ہوں) تو اُس سے نیت بھی اَدا ہوجائے گی اور نفل بھی۔

البتہ ایک اور سوال ہے کہ اگر کسی آدمی نے دو رکعت فرض کی نیت باندھی، پھر اُسے یاد آیا کہ اُسے تو چار رکعت پڑھنی تھی۔ مثلاً فرض کرو اُسے ظہر کی فرض نماز پڑھنی تھی، اور ظہر کی نماز میں اُس نے نیت کی کہ میں دو رکعت ظہر کی نماز پڑھ رہا ہوں/ یا پڑھ رہی ہوں، تو اِس بارے میں حضرات فقہاء نے لکھا ہے کہ وقتیہ فرض نماز پڑھنے کیلئے نیت کرتے وقت رکعات کی تعداد کو بیان کرنا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ صرف یہ سوچنا کافی ہے کہ ''میں ظہر کی نماز پڑھ رہا ہوں'' لہٰذا جب رکعات کی تعداد بیان کرنا ضروری ہی نہیں، تو اگر اُس میں کوئی غلطی ہوجائے، تو یہ غلطی مضر بھی نہیں ہے؛ بہرحال نماز درست ہوجائے گی۔ تاہم بہتر یہی ہے کہ پوری توجہ کے ساتھ نیت کرکے نماز شروع کی جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۵۰۶)

اورادووظائف

حضرت مولانا اسحاق صاحب ملتانی مدظلہم

چند ادعیہ ماثورہ

مسنون دُعا کی برکت

کتاب النصائح میں یہ واقعہ بھی ہے کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی ایک باندی تھی اس نے ایک دن آپ سے پوچھا کہ آپ کس جنس سے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ تیری طرح ایک انسان ہوں۔ اس نے کہا کہ مجھ کو تو آپ انسان معلوم نہیں ہوتے۔ کیونکہ میں نے آپ کو چالیس دن تک برابر زہر کھلایا۔ مگر آپ کا بال تک بیکا نہ ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے ہیں ان کو کوئی چیز ضرر نہیں پہنچا سکتی اور میں تو اسم اعظم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہوں۔ باندی نے پوچھا کہ وہ اسم اعظم کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ ہے: ''بِسۡمِ اللّٰہِ الَّذِیۡ لَا یَضُرُّ مَعَ اسۡمِہٖ شَیۡءٌ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَھُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ '' اس کے بعد آپ نے باندی سے پوچھا کہ تو نے کس وجہ سے مجھ کو زہر کھلایا۔ اس نے جواب دیا کہ آپ سے بغض تھا یہ جواب سن کر آپ نے فرمایا کہ تو لوجہ اللہ آزاد ہے اور جو کچھ تو نے مجھ سے بدسلوکی کی وہ بھی تجھے معاف ہے۔

شریر قوم سے حفاظت کیلئے

حدیث پاک میں ہے اگر کوئی شخص کسی شریر قوم سے پریشان ہو تو وہ یہ دُعا پڑھا کرے۔ ان شاء اللہ وہ ان کے شر سے محفوظ رہے گا۔ دُعا یہ ہے:

''اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجۡعَلُکَ فِیۡ نُحُوۡرِھِمۡ وَنَعُوۡذُبِکَ مِنۡ شُرُوۡرِھِمۡ '' یا یہ دُعا پڑھے:

''اَللّٰھُمَّ اکۡفِنَاھُمۡ بِمَا شِئۡتَ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ''



عارف باللہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب ثاقبؔ باندویؒ

سلام آیا

وفورِ شوق میں ہر جذبۂ دل میرے کام آیا
کبھی لب پر درود آیا کبھی لب پر سلام آیا

سفینہ جب گھرا میرا حوادث کے تھپیڑوں میں
پئے تسکین خاطر لب پہ میرے ان کا نام آیا

مرے مجروح دل کو ہوگئی تسکین یوں حاصل
کبھی ان کا سلام آیا کبھی ان کا پیام آیا

بہت تاریک تھی دنیا یہاں ظلمت ہی ظلمت تھی
ہوا روشن جہاں جس وقت وہ ماہِ تمام آیا

حقیقت میں انہیں کے پاس ہے کونین کی دولت
نظر جن اہلِ دل کو جلوۂ حسنِ تمام آیا

مرے اعمالِ بد تو لے چلے تھے نار کی جانب
غلام ہونا ہی ان کا ایسے آڑے وقت کام آیا

مدینہ میں پہنچ کر قلبِ مضطر نے اماں پائی
اگر چہ راہ میں میری حرم بھی اک مقام آیا

کہاں ایسا مقدر تھا کہ مجھ کو یاد کر لیتے
انہیں کا فیض ہے اپنے لئے بھی اب پیام آیا

بتاؤں کیا تمہیں ثاقبؔ ملا کیا نعت گوئی میں
بوقت مرگ اپنے ساقئ کوثر کا جام آیا

AL-MAARIF

By: JAMIYA RAHEEMIYA KHAIRUL MADARIS
(Under Supervision of Raheemi Trust)
Beside: Masjid -e- Ashraf
Deeramathi 2nd Street, Pernambut - 635810.
VIr Dist. Tamil Nadu (India) P.O. Box No: 32
Cell: +91 9894306751, +91 9894641484.

رحیمی ٹرسٹ کے اغراض ومقاصد

۱	مسلم محلوں میں حسبِ ضرورت چھوٹی چھوٹی مسجدوں کا انتظام کرنا۔
۲	مدارس دینیہ کے ذریعہ دینی تعلیم وتربیت مع عصری تعلیم کا انتظام کرنا۔
۳	پسماندہ نواحی علاقوں سے طلبہ کو لاکران کیلئے طعام اور وظائف کا اہتمام کرتے ہوئے بہترین دینی تعلیم وتربیت فراہم کرنا۔
۴	مسجدوں کے احاطہ میں اسکول کے طلبہ وطالبات کیلئے مفت قرآنی دینی تعلیم کا انتظام۔
۵	علماء حقانی کے مواعظ کے ذریعہ اصلاح معاشرہ کی فکراور جدوجہد۔
٦	صحیح اسلامی عقائداور مسائل کی بوقت ضرورت اشاعت۔
۷	غریب ونادارلڑکیوں کی شادی میں حسب استطاعت مالی امدادکرنا۔